Fikr-o-Nasar (Islamabad) 7:3 (1969)

اسلام میں عبادت کا تصوّر

محمّد سعود، ریسرچ فیلو ادارہ تحقیقاتِ اسلامی

عنوان بالا اس بات کا مقتضی ہے کہ اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب میں عبادت کا جو تصوّر ہے اس کو بھی بیان کیا جائے تاکہ اسلام کا تصورِ عبادت بخوبی واضح ہو سکے۔ اگر تمام انسانوں کی روزمرہ زندگی کا جائزہ لیا جائے تو ان کے تمام اعمال کا محور صرف دو چیزیں نظر آئیں گی۔ یا توکسی متوقع نفع کی تلاش یا کسی آنے والے خطرے کو دفع کرنے کی فکر۔ انسانوں نے بعض اشیاء میں نفع پہنچانے اور بعض میں ضرر پہنچانے کی خاصیتوں کو دیکھا تو ان کے دلوں میں ان کی برتری اور ان کے مقابلے میں اپنی کمتری کا احساس پیدا ہو گیا اور اسی احساس کے ماتحت ان کے سامنے جھکنا یا دوسرے لفظوں میں ان کی عبادت کرنا شروع کر دیا۔ اونچے پہاڑ، گھنے جنگلات، دھاڑتے ہوئے شیر، زہریلے سانپ، طوفانی دریا۔ یہ سب رفتہ رفتہ دیوتا اور خدا بن گئے۔ ایک فرقہ نے آگ کے جلانے کی خاصیت دیکھ کر اس کی پرستش شروع کر دی۔ اس فرقہ کو زرتشتی یا مجوسی کہتے ہیں۔ ایک اور فرقہ نے چمکتے ہوئے سورج اور ستاروں کو دیکھا تو انہی کو اپنا دیوتا مان لیا۔ یہ فرقہ ستارہ پرست یا صابی کہلاتا ہے۔ انہوں نے مختلف سیاروں سے مختلف کام اور اثرات منسوب کیے اور ہر دن کے لئے ایک بڑے سیارے کو مؤثر مانا۔ اسی عقیدے کی بنا پر ہفتہ کے سات دنوں کے نام ان سات سیاروں کے نام پر رکھے گئے۔ یورپ کی زبانوں میں بھی ہفتے کے ساتوں دنوں کے نام انہی سات سیاروں کے نام پر رکھے گئے ہیں۔

اسلام نے انسانوں کو یہ بتایا کہ یہ چیزیں جن کو نفع و نقصان کا مالک سمجھ کر تم عبادت کرتے ہو، یہ سب تمہاری خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہیں اور تم کو زمین میں اللہ کے احکام کا نافذ کرنے والا بنایا گیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:۔

جعلکم خلٰئف فی الارض۔ (۳۹ : ۳۵) تم کو زمین میں خلیفہ بنایا۔

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

خلق لکم ما فی الارض جمیعاً۔ (۲ : ۲۹) جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے لئے پیدا کیا۔

الم تروا ان اللہ سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض۔ (۳۱ : ۲۰) کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے ان تمام چیزوں کو جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، تمہارے لئے مسخر کر دیا۔

وسخر لکم الشمس والقمر دائبین وسخر لکم الیل والنھار۔ (۱۴ : ۳۳) اور سورج اور چاند کو جو چلتے ہی رہتے ہیں، تمہارے لئے مسخر کیا جو چلتے ہی رہتے ہیں اور رات اور دن کو تمہارے لئے مسخر کر دیا۔

وذللنھا لھم فمنھا رکوبھم ومنھا یاکلون۔ (۳۶ : ۷۲) اور ان (چوپاؤں) کو ان (انسانوں) کے بس میں دے دیا۔ پس ان میں سے بعض پر وہ سواری کرتے ہیں اور بعض کو کھاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو کائنات میں شرف بخشا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:۔

ولقد کرمنا بنی اٰدم۔ (۱۷ : ۷۰) اور ہم نے آدم کی اولاد کو شرف بخشا۔

ظاہر ہے یہ معلوم کرنے کے بعد کہ انسان زمین میں اللہ کا خلیفہ ہے اور اس کو ایک معزز مقام حاصل ہے اور کائنات کی ہر چیز اس کے لئے مسخر ہے، کوئی ذی عقل انسان ان میں سے کسی چیز کے سامنے جھکنے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔

انسانوں نے خود آپس میں ایک دوسرے کو بھی اپنا دیوتا یا رب بنا لیا تھا۔ خواہ انسان تختِ سلطنت پر جلوہ افروز ہوں یا مذہب کے نام پر مقدس ہستیاں بن کر پوپ، راہب اور برہمن کی شکل میں آتے ہوں یا پیر اور درویش کہلاتے ہوں۔ یہ انسانیت کی توہین تھی جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ (۳ : ۶۴)۔ اور ہم میں سے بعض بعض کو اللہ کے علاوہ اپنا رب نہ بنائے۔

پیغمبروں اور فرشتوں جیسی مقدس ہستیوں کو بھی اپنا رب بنانے کا حکم نہیں دیا۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

ولا یامرکم ان تتخذوا الملائکۃ والنبیین اربابا (۳ : ۸۰)۔ اور وہ (اللہ تم کو یہ حکم نہیں دیتا کہ بناؤ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب۔

شرک کی وجوہات تمام مذاہب حق و توحید کا پیغام لے کر آئے۔ لیکن آہستہ آہستہ ایک خدا کو چھوڑ کر لوگوں نے بہت سے خدا بنائے۔ دوسرے لفظوں میں توحید کو چھوڑ کر شرک شروع کر دیا۔ شرک کی وجوہ پر روشنی ڈالتے ہوئے سید سلیمان ندویؒ نے خطباتِ مدراس میں فرمایا کہ شرک کی ایک وجہ تو یہ ہوئی

کہ لوگوں نے اللہ کے لئے تشبیہات و تمثیلات وضع کیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد یہ تشبیہات و تمثیلات خدا بن گئیں۔ اور اصل خدا کا تصور لوگوں کے دماغوں سے محو ہو گیا۔ مثلاً لوگوں نے خدا کی اپنی مخلوق سے محبت کو ماں اور بیٹے کی محبت سے تشبیہہ دی۔ اور ہندو مذہب میں اس تعلق کو ماں اور بیٹے کی تصویر سے ظاہر کیا گیا۔ جس میں خدا کو ماتا دیوی کی شکل میں اور اس کی مخلوق کو بیٹے کی شکل میں ظاہر کیا گیا۔ اسی مذہب میں اس تعلق کو میاں بیوی کے رشتہ سے بھی ظاہر کیا گیا۔ جس میں خدا شوہر بنتا ہے اور مخلوق اس کی بیوی۔ سدا سہاگ فقیر ساڑھی اور پہن کر اس تصور کو ظاہر کرتے ہیں۔ بعض قوموں نے اس محبت کو باپ اور بیٹے کے تعلق سے ظاہر کیا۔ عیسائیوں نے خدا کو باپ اور حضرت عیسیٰؑ کو ان کا بیٹا مانا۔ یہودیوں نے حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا بنایا۔ بنی اسرائیل نے اپنے متعلق دعویٰ کیا کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں۔ عربوں نے اللہ کو باپ اور فرشتوں کو اس کی بیٹیاں بتایا۔

قرآن کریم نے اس شرک کی تمام جڑوں کو یہ کہہ کر بالکل کاٹ دیا کہ لیس کمثلہ شئی اس جیسی کوئی چیز نہیں۔ یعنی اللہ کے لئے کسی قسم کی تشبیہات تمثیلات استعمال کرنے سے منع فرمایا اور یہ بتایا کہ لم یلد ولم یولد نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔

عیسائیوں کے اس عقیدے کو کہ حضرت عیسیٰؑ خدا کے بیٹے اور تین خداؤں میں سے ایک ہیں بہت دلچسپ انداز میں یہ کہہ کر رد کیا گیا: (کانا یاکلان الطعام (۵-۷۵) اور وہ دونوں (حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم) کھانا کھاتے تھے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ جو شخص کھانا کھائے گا، وہ زمین سے لے کر آسمان تک ہر چیز کا محتاج ہوگا۔ کیونکہ غذا جو نباتات کی شکل میں زمین سے اُگے گی اس کے لئے پانی، مٹی، کھاد، ہوا، سورج کی روشنی وغیرہ کی ضرورت ہوگی۔ تو جو شخص کسی کا محتاج ہوگا، وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے۔

شرک کی دوسری وجہ یہ ہوئی کہ لوگوں نے خدا کی مختلف صفات کو الگ الگ خدا سمجھ لیا۔ مثلاً ہندوؤں نے خدا کی تین بڑی صفتوں یعنی پیدا کرنے، زندہ رکھنے اور مار دینے کو تین مختلف خداؤں سے متصف کیا۔ جن کو علی الترتیب برہما، وشنو اور شیو کے نام دیئے گئے۔ برہما کے ماننے والے برہمن کہلائے۔ عیسائیوں نے تین بڑی صفتوں حیات، علم اور ارادے کو علی الترتیب باپ، روح القدس اور بیٹا۔

قرآن کریم نے یہ بات واضح کی کہ اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے بری ہے، جن کو کہ اللہ کا شریک ٹھہرایا جاتا ہے، ارشاد ہوتا ہے: سبحان اللہ عما یشرکون (۵۲: ۴۳)۔ اللہ پاک ہے ان چیزوں سے جن کو

وہ شریک کرتے ہیں۔

مختلف مقامات پر اللہ کے ساتھ اس کی مختلف صفتیں گنوائی گئیں، کہیں اللہ کو رحمٰن و رحیم، کہیں رزاق، کہیں علیم و قدیر، کہیں خالق، کہیں زندہ کرنے والا اور مارنے والا بتایا گیا۔ اللہ کے نام کے ساتھ یہ مختلف صفاتی نام بیان کیئے گئے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب صفتیں ایک ہی خدا کی ہیں۔ مختلف صفتوں والے بہت سے خدا نہیں ہیں۔

شرک کی تیسری وجہ یہ ہوئی کہ لوگوں نے اس دنیا میں رنگارنگ کاموں کو دیکھ کر یہ دھوکا کھایا کہ مختلف کام مختلف خداؤں کے ہیں۔ ایران کے زرتشتی مذہب والوں نے مختلف کاموں کی یہ تقسیم دیکھ کر کہ وہ شر ہو سکتے ہیں یا خیر ان دو متضاد کاموں کو دو مختلف خداؤں کی طرف منسوب کیا۔ خیر کے خدا کو یزدان اور شر کے خدا کو اہرمن کا نام دیا۔

قرآن کریم نے یہ بات واضح کی کہ یہ متضاد کام ایک ہی خدا کے ہیں۔ دراصل اس کائنات میں خیر مطلق اور شر مطلق کا وجود نہیں۔ یہ محض کسی چیز کے استعمال کے مختلف طریقے ہیں۔ جو اس کو خیر یا شر بنا دیتے ہیں۔ مثلاً چاقو سے اگر کھانے کے لئے کوئی پھل کاٹا جائے تو خیر ہے اور اسی سے اگر کسی کا ناحق گلا کاٹ دیا جائے تو شر ہے۔ اسلام میں خیر و شر کا معیار اللہ اور اس کے رسولؐ کا قول ہے۔ جس کو وہ خیر کہہ دیں، خیر ہے اور جس کو وہ شر کہہ دیں شر ہے۔ قرآن پاک نے واضح کیا کہ وہ تمام خیالات جو بظاہر اچھے یا بُرے معلوم ہوتے ہیں۔ اور جن کی وجہ سے خیر اور شر کے کام سرزد ہوتے ہیں، وہ سب ایک ہی اللہ کی طرف سے آتے ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے۔ فالھمھا فجورھا وتقوٰھا (۹۱ : ۸) پس اس (اللہ) نے الہام کیا اس (انسان) کے گناہوں کی باتوں اور پرہیزگاری کی باتوں کو۔

خدا کسی قوم یا کسی خطے کے لئے مخصوص نہیں تمام اقوام نے خدا کو اپنے لئے مخصوص کر لیا تھا۔ یعنی خدا کو مقامی خدا بنا لیا تھا۔ ہندوؤں کے نزدیک پرمیشور (خدا) صرف آریہ ورت کے لئے مخصوص تھا۔ دوسری اقوام تو ایک طرف آریہ لوگوں کے نزدیک ہندوستان کے شودروں کو بھی مذہب اختیار کرنے کا حق نہیں تھا۔ بنی اسرائیل کا عقیدہ تھا کہ خدا صرف انہیں کی عزت و عظمت چاہتا ہے۔ وہ خدا کے بیٹے اور اسی کے چہیتے ہیں اور ان کے علاوہ کسی اور قوم میں پیغمبر بھی نہیں آسکتا۔ قدیم ایران کے لوگوں کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ سرزمین ایران اور اسی کے باشندے ہی خدا کے نزدیک محترم ہیں۔

اسلام نے یہ بات واضح کی کہ اللہ کسی قوم اور کسی ملک کے لئے مخصوص نہیں۔ وہ تمام جہان والوں کا رب ہے۔ آسمانوں، زمین اور عرشِ عظیم کا رب ہے۔ اس نے سب قوموں کے پاس پیغمبر بھیجے۔ لکل قوم ھاد (۱۳:۷) ہر قوم کے لئے رہنما بھیجے گئے ہیں۔ وان من امة الا خلا فیھا نذیر ——— اور کوئی امت ایسی نہیں ہے جس میں ڈرانے والا نہ آیا ہو۔

غرضیکہ اسلام نے یہ بات واضح کی کہ اللہ تمام کائنات کا اور تمام انسانوں کا رب اور معبود ہے وہ سب کی بھلائی اور بہتری چاہتا ہے۔

بعض غیر مسلم اقوام کا تصورِ عبادت اسلام سے پیشتر مختلف اقوام میں عبادت کا اعلیٰ ترین تصور یہ تھا کہ جسم کو تکلیف دی جائے۔ اسی وجہ سے ان میں سخت سے سخت ریاضتیں معرضِ وجود میں آئیں۔ گویا تصور یہ تھا کہ جتنا زیادہ نفس کو مارا جائے گا۔ یعنی خواہشات کو فنا کیا جائے گا اور جسم کو تکلیف دی جائے گی، اتنی ہی زیادہ روحانی ترقی ہوگی۔ اسی تصور کی وجہ سے ہندوؤں میں جوگ اور عیسائیوں میں رہبانیت پیدا ہوئی۔ کوئی شخص سانس روکے رکھتا تھا۔ کوئی شخص ہاتھ اوپر کر کے سکھا ڈالتا تھا۔ کوئی شخص ایک ٹانگ پر کھڑا رہتا تھا۔ کوئی تمام عمر درخت کی پتیوں پر گزارا کرتا تھا۔ کوئی تمام عمر ننگا رہتا تھا۔ کوئی ہر وقت دھوپ میں بیٹھا رہتا تھا۔ کوئی ساری عمر کسی پہاڑ کی کھوہ میں بیٹھ کر خدا کو پکارتا تھا۔ اسلام نے عبادت کے اس تصور کو باطل قرار دیا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو بلا وجہ تنگی میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ بلکہ ان کی آسانی چاہتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (۲:۱۸۵) اللہ تعالیٰ تمہاری آسانی چاہتا ہے اور تنگی نہیں چاہتا۔ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا (۲:۲۸۶) اللہ کسی نفس پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالتا۔

اسلام نے خواہشات کے ترک کرنے کو عبادت قرار نہیں دیا۔ بلکہ خواہشات کی اصلاح کر دی۔ مثلاً عیسائی عقیدے کے خلاف تجرد یعنی شادی نہ کرنے کو ممنوع قرار دیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔ النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔ نکاح میری سنت ہے (یعنی طریقہ) پس جو میرے طریقے سے روگردانی کرے گا وہ مجھ میں سے نہیں۔

دوسری طرف جنسی بے راہ روی کی راہوں کو یہ کہہ کر مسدود کر دیا کہ جو اپنی بیویوں اور باندیوں کے علاوہ

اور جو تلاش کرے گا تو وہ اپنے نفس پر زیادتی کرے گا۔ (۲۳: ۷)۔ اسلام نے یہ تعلیم دی کہ دنیا کی زندگی تمام انسانوں میں رہ کر اللہ کے احکام کے مطابق گزارنی چاہیئے اور اپنی خواہشات کو اللہ کے احکام کے تابع کر دینا چاہیئے۔ قرآن نے رہبانیت یعنی دنیا سے کنارہ کشی کر کے کسی پہاڑ یا جنگل یا کسی الگ تھلگ جگہ پر بیٹھ کر عبادت کرنے کو بدعت قرار دیا۔

مختلف مذاہب کے لوگوں نے مثلاً ہندوؤں، بدھوں اور عیسائیوں نے آرام و آسائش اور زینت وجمال اور لذات کو چھوڑ دینے کو جو عبادت قرار دے رکھا تھا، قرآن کریم نے اس قسم کے تصور کی تردید کی اور پوچھا کہ قل من حرم زینة الله التی اخرجها لعباده (۷: ۳۱) کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کیا جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی۔

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک واقعہ سے متاثر ہو کر شہد کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے انؐ سے خطاب کر کے فرمایا۔ لم تحرم ما احل الله لك (۶۶: ۱)۔ اے نبیؐ اس چیز کو کیوں حرام کرتا ہے جس کو اللہ نے تیرے لئے حلال کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عبادت کے وقت زینت کے اختیار کرنے پر زور دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

خذوا زینتکم عند کل مسجد (۷: ۳۱) ہر مسجد کے نزدیک زینت اختیار کرو۔ پاکیزہ غذائیں کھانے کا حکم دیا۔ سواری کے جانوروں کو زینت وجمال اور راحت و آسائش کا ذریعہ قرار دیا۔

احادیثِ نبویؐ میں عورتوں کو اپنے شوہر کی خاطر بناؤ سنگھار کرنے کی ھدایت کی گئی ہے۔ اسی طرح مردوں کو اپنی بیویوں کی خاطر زینت وجمال اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بال رکھنا، کنگھا کرنا، سُرمہ ڈالنا وغیرہ ثابت ہیں، لیکن اسلام نے جہاں زینت وجمال، آرام و آسائش اور لذات وخواہشات کے پورا کرنے کا حکم دیا۔ وہاں کچھ قیود بھی عاید کر دیں اور ان چیزوں کی حدیں مقرر کر دیں۔ مثلاً کھانے پینے کے بارے میں حکم دیا کہ کلوا واشربوا (کھاؤ اور پیو) لیکن ساتھ ہی یہ قید بھی لگا دی کہ ولا تسرفوا (اور اسراف نہ کرو) اس کے علاوہ پاکیزہ غذائیں استعمال کرنے کی ہدایت کی گئی۔ بعض غذاؤں کو حرام قرار دے کر ان کے استعمال سے منع کر دیا گیا۔ اللہ کی مقرر کردہ حدود میں رہ کر نعمتوں کے استعمال اور خواہشات کے پورا کرنے کو بھی عبادت قرار دیا گیا۔

اسلام نے عبادت کا جو تصور پیش کیا ہے وہ اجمالی طور پر خود اس کلمہ طیبہ میں موجود ہے۔ جس کو پڑھ کر انسان دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ کلمہ طیبہ کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے مبلغ اسلام شاہ عبدالعزیز دعا جو نے فرمایا کہ اس کا پہلا حصہ لا الٰہ الا اللہ ہے جس کے معنی ہیں اللہ کے سوا کوئی معبود یعنی لائق عبادت نہیں۔ معبود اس ذات کو کہتے ہیں، جس کو نفع نقصان کا مالک سمجھ کر دل میں اس کی برتری اور اس نے مقابلے میں اپنی کمتری کا احساس پیدا ہو۔ اسی احساس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان ایسی ذات کے سامنے جھکتا ہے یا دوسرے لفظوں میں اس کی عبادت یعنی اطاعت کرتا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ کہنے والا گویا یہ اقرار کرتا ہے کہ وہ ہر امر میں اللہ ہی کی اطاعت کرے گا۔ دوسرے لفظوں میں وہ اپنا مقصد زندگی متعین کر لیتا ہے کہ اس کی زندگی کا مقصد اللہ کی اطاعت اور اس کی خوشنودی حاصل کرنا ہوگا۔ مندرجہ ذیل آیت سے اس مضمون کی پوری پوری وضاحت ہو جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین (۶: ۱۶۲) (اے محمدؐ) کہہ دیجئے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ ہی کے لئے ہے۔ جو تمام جہانوں کا پرورش کرنے والا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کون سا طرز زندگی اختیار کرنے سے اللہ کی اطاعت ممکن ہو سکتی ہے۔ اس سوال کا جواب کلمے کے دوسرے حصے یعنی محمد رسول اللہ میں ہے۔

محمد رسول اللہ کے معنی یہ ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول یعنی اپنے قول اور عمل کے ذریعہ اللہ کا پیغام پہنچانے والے ہیں۔ محمد رسول اللہ کہنے والا اپنا طرز زندگی متعین کر لیتا ہے کہ اس کی زندگی کا طرز وہی ہوگا، جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا تھا۔ رسول اللہؐ کے طرز زندگی کو اختیار کرنے کی ضرورت واہمیت مندرجہ ذیل آیت سے بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم (۳: ۳۱) (اے محمدؐ) کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کرے گا۔

کلمہ طیبہ کے مندرجہ بالا مفہوم سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نیت سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز پر جو کام بھی کیا جائے گا، وہ عبادت ہوگا۔ نماز کے وقت نماز پڑھنا عبادت ہے جب کہ نیت یہ ہو کہ ہم نماز اس لئے پڑھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے اور نماز کا طرز وہ ہو جو حضورؐ کا طرز تھا۔ اسی طرح اس نیت سے کھانا پینا کہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں حکم دیا ہے کلوا واشربوا ولا تسرفوا (۷: ۳۰)

"کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو"۔ پاکیزہ اور حلال غذائیں کھانا اس نیت سے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔
یا ایھا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقنکم (۲: ۱۷۲) اے ایمان والو جو پاکیزہ غذائیں ہم نے تم کو عطا فرمائی ہیں اُن میں سے کھاؤ۔ حلال کی کمائی سے کھانا اور اس طرز پر کھانا جو طرز رسول اللہ صلعم کا تھا۔ مثلاً ہاتھ دھو کر، بسم اللہ پڑھ کر، بیٹھ کر وغیرہ وغیرہ، تو اس نیت اور اس طرز کے ساتھ کھانا اور پینا بھی عبادت ہے۔ اسی طرح اس نیت سے کسی آدمی کا روزی کمانا کہ وہ اپنے نفس کے اور اپنے متعلقین کے وہ حقوق ادا کر سکے، جو اللہ تعالیٰ نے اس پر واجب کئے ہیں اور ان احکام کا لحاظ رکھتے ہوئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم تک پہنچے ہیں۔ روزی کمانا بھی عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نیت سے اور رسول اللہ کی تعلیمات کے مطابق والدین کا اپنی اولاد کی پرورش اور تربیت کرنا اور اسی نیت اور انہیں تعلیمات کے مطابق جج کا عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے کرنا اور حاکم کا حکومت کرنا بھی عبادت ہے۔

مختصر یہ کہ اوپر بیان کی ہوئی دو شرائط کے ساتھ ایک مسلمان کا اُٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، سونا، جاگنا، ملنا، جُلنا، نکاح و طلاق، تجارت و حکومت، جنگ و صلح غرض کہ اس کا ہر عمل عبادت ہوگا۔

اگر کوئی کام اس طرح کیا جائے کہ وہ اتفاق سے رسول اللہ کے طرز پر ہو جائے، لیکن کرتے وقت نیت اللہ کے لئے کرنے کی نہ ہو۔ بلکہ محض دکھاوے کی ہو۔ یا سرے سے کوئی نیت ہی نہ کی ہو تو وہ کام ہرگز عبادت نہیں بنے گا۔ مثلاً نماز تو پڑھی لیکن نیت یہ تھی کہ لوگ اس کو نمازی کہیں۔ یا سارا دن روزے کی سی حالت رکھی یعنی کھانا پینا چھوڑے رکھا لیکن نیت روزے کی نہ کی بلکہ محض اتفاقی طور پر ایسا ہوا۔ مثلاً یہ کہ بھوک پیاس نہ لگی ہو۔ یا کسی مصروفیت کی وجہ سے کھانے پینے کا وقت ہی نہ ملا یا کسی مجبوری کی وجہ سے کھانا پینا میسر ہی نہ آیا تو یہ عمل ہرگز روزے میں شمار نہیں ہوگا۔

اسلام نے ہر چیز کو اللہ کی امانت قرار دیا۔ اسلام کی رو سے ہر چیز کا مالک حقیقی اللہ ہے اور اس نے انسانوں کو ان کی جان، دل و دماغ، حواس، مال و دولت، زمین و جائداد اور اقتدار بطور امانت سُپرد کی ہیں۔ جن کے استعمال کے بارے میں قیامت کے روز سوال کیا جائے گا۔ چونکہ یہ سب چیزیں امانت ہیں، لہٰذا ان کے حصول اور استعمال کے طریقے وہی ہونے چاہئیں جو ان چیزوں کے مالک حقیقی نے مقرر کئے ہیں۔ ورنہ امانت میں خیانت ہو جائے گی۔ اللہ کے مقرر کردہ طریقوں کے مطابق

جسم، جان ومال وجائداد اور قوت واختیار کا استعمال بھی عبادت ہے۔

دعا بھی عبادت ہے دعا یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کرنے اور ان کے پورا کرنے کا سوال کرنا بھی عبادت ہے۔ حدیث شریف میں دعا کو عبادت کا مغز بتایا گیا ہے۔ عبادت کرتے وقت انسان خدا کو نفع ونقصان کا مالک سمجھ کر بزرگ وبرتر اور اس کے مقابلہ میں اپنے عاجز وکمتر ہونے کا اقرار کرتا ہے۔ دعا میں یہ اقرار بدرجہ اتم ہوتا ہے۔ کیونکہ دعا کرتے وقت انسان اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ تسلیم کرتا ہے کہ وہ حاجتوں کے پورا کرنے پر قادر ہے۔ اور اپنے آپ کو حاجت مند ظاہر کرتا ہے۔ اسی لئے دعا کو عبادت کا مغز کہا گیا ہے۔

اختیار اسباب بھی عبادت ہے دنیا کو دارالاسباب بتایا گیا ہے اور پیغمبروں نے نیک مقاصد کے حصول کے لئے دنیاوی اسباب سے کام لیا ہے۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوات کے لئے حتی الامکان فوجی تیاریاں کیں اور آدمیوں کے علاوہ اسلحہ اور ساز وسامان جمع کرکے غزوات میں ان سے کام لیا۔ پیغمبروں کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اسباب کا اختیار کرنا بھی عبادت ہے۔

جانوروں کی قربانی بھی عبادت ہے مختلف اقوام میں عبادت کی ایک شکل قربانی بھی تھی۔ لوگ جانوروں کو دیوتاؤں کے نام پر قربان کرتے تھے۔ قربانی کا گوشت جلایا جاتا تھا۔ اس لئے کہ اس کا دھواں ان کے دیوتاؤں کو خوش کرتا تھا۔ اسلام نے قربانی کو تو بطور عبادت باقی رکھا۔ لیکن اس کی حد بندی کردی۔ ایک یہ کہ جانور اللہ کے نام پر قربان کئے جائیں۔ دوسرے یہ کہ قربانی کا گوشت جلاکر ضائع نہ کیا جائے بلکہ خود کھایا جائے اور مفلسوں اور فقیروں کو کھلایا جائے۔

بعض اقوام میں انسانوں کی قربانی کا بھی رواج تھا۔ دوشیزہ لڑکیوں کو دیوتاؤں کے نام پر قربان کیا جاتا تھا۔ اسلام نے اس ظالمانہ رسم کو مٹایا۔ ارشاد خداوندی ہے؛ ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق (۶:۱۵۱)
اور جس کا خون اللہ تعالےٰ نے حرام کردیا ہے اس کو قتل نہ کرو مگر حق پر۔

مقصدِ عبادت اسلام نے عبادت کا مقصد یہ قرار دیا کہ لوگوں میں اس کے ذریعے تقویٰ پیدا ہوجائے۔ یعنی یہ کہ عبادت کرنے والے ہر معاملہ میں مناسب حدود میں رہیں۔ اور ان سے بڑھنے نہ پائیں۔ جس کا لازمی نتیجہ امن وعافیت اور سلامتی ہوگا۔ مثلاً نماز کے بارے میں بتایا کہ "بے شک نماز بے حیائی اور ناشائستہ باتوں سے روکتی ہے"۔

عبادت میں واسطوں کی نفی غیر مسلم اقوام نے عبادت کے معاملہ میں عبد و معبود کے درمیان واسطے مقرر کر رکھے تھے۔ اور ان کا عقیدہ یہ تھا کہ واسطوں کے بغیر کوئی عبادت مقبول نہیں ہو سکتی۔ مثلاً ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ برہمن خاص خدا کے دائیں ہاتھ سے پیدا ہوئے ہیں۔ ان کے نزدیک عبادت میں برہمن کا توسط ضروری ہے۔ عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق پوپ اور پادری خدا اور بندے کے درمیان عبادت میں واسطہ ہیں۔ اور یہ کہ وہ جو کچھ زمین پر باندھیں گے وہ آسمان پہ باندھا جاتے گا اور جو زمین پر کھولیں گے وہ آسمان پر کھولا جائے گا۔ ان اقوام کے عقیدے کے مطابق کوئی عبادت ان واسطوں کے بغیر قبول نہیں ہو سکتی۔ پوپ اور پادریوں کو گناہوں کے معاف کرنے کا اختیار بھی حاصل ہے۔ اسلام نے انسانوں کو اس غلامی سے نجات دی اور بتایا کہ ہر شخص خدا کے سامنے براہ راست جواب دہ ہے۔ ہر شخص اللہ کی عبادت بلا واسطہ کر سکتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:۔ ادعونی استجب لکم (۴۰ : ۶۰) تم مجھے پکارو میں جواب دوں گا (تمہاری درخواست قبول کروں گا)۔ اسلامی احکام کی بجاآوری میں تمام مسلمانوں کو یکساں قرار دیا گیا ہے۔ ہر مسلمان نماز کا امام ہو سکتا ہے۔ نکاح پڑھا سکتا ہے۔ جہاد میں کمان کر سکتا ہے اور دوسرے تمام مذہبی اُمور سرانجام دے سکتا ہے۔

عبادت کے معاملے میں تمام مسلمان یکساں ہیں، اللہ کے نزدیک گورے کالے، امیر غریب، حاکم و محکوم، ایشیائی و افریقی اور یورپی کا کوئی امتیاز نہیں۔ اللہ کے نزدیک کسی انسان کے معزز ہونے کا معیار تقویٰ ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم (۴۹ : ۱۳) بے شک تم میں اللہ کے نزدیک سب سے معزز وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو۔ یعنی اللہ کی مقرر کردہ حدود میں رہتا ہو ——— حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ صلعم نے اعلان کیا کہ " نہ عربی کو عجمی پر فضیلت ہے نہ عجمی کو عربی پر۔ سب کے سب آدم کی اولاد ہیں۔ اور آدم مٹی سے بنے ہیں۔"

اسلام کے احکام و قوانین سب کے لئے یکساں ہیں جو جتنے خلوص کے ساتھ اللہ کی رضا کے لئے اس کے رسولؐ کے طرز پر اعمال سرانجام دے گا، اتنا ہی اجر و انعام کا مستحق ہو گا۔ اسی طرح جرم و گناہ کی پاداش میں بھی سب برابر ہیں۔ مثلاً ارشادِ خداوندی ہے: النفس بالنفس (۵ : ۴۵) " جان کے بدلے جان" ہے۔ قتل کی سزا میں امیر، غریب، کالا، گورا، حاکم، محکوم وغیرہ سب برابر ہیں۔ جو بھی ناحق قتل کرے گا جواب میں اس کو قتل کیا جائے گا۔ یہی حال باقی جرائم کی سزاؤں کا بھی ہے۔

زندگی کو متوازن بنانا بھی عبادت ہے اسلام نے زندگی میں توازن اختیار کرنے کی ترغیب دی، اور افراط و تفریط سے ہٹا کر اعتدال کی راہ دکھائی۔ کسی نیکی کے کام کو بھی اتنا زیادہ کرنے سے منع فرمایا کہ اس کی وجہ سے زندگی کے دوسرے کاموں میں خلل واقع ہو۔ اور انسان اپنے حق ادا نہ کر سکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاصؓ کے بارے میں یہ معلوم ہوا کہ وہ ہمیشہ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور رات بھر جاگ کر نمازیں پڑھتے ہیں تو آپؐ نے اس سے منع فرمایا اور اُن کو ھدایت فرمائی کہ وہ روزہ رکھا کریں اور کبھی چھوڑ بھی دیا کریں اور کبھی رات کو نمازیں پڑھا کریں اور کبھی سو بھی جایا کریں۔ آپؐ نے اس کی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ "فان لجسدك عليك حقا وان لعينك عليك حقا وان لزوجك عليك حقا وان لزورك عليك حقا (مشکوٰۃ صفحہ ۱۷۹) کہ تیرے بدن کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیری آنکھ کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیرے ملاقاتی کا بھی تجھ پر حق ہے۔

ایک دفعہ تین آدمیوں نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں بیٹھے ہوتے تھے، عبادت کے بارے میں اپنے ارادے کا ذکر کیا۔ ایک نے کہا میں تو رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا میں ہر روز روزہ رکھوں گا اور کبھی روزہ نہیں چھوڑوں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں تو عورتوں سے علیحدہ رہوں گا اور زندگی بھر شادی نہیں کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس تشریف لائے اور فرمایا، کیا تم لوگ ہی اس قسم کی گفت گو کر رہے تھے۔ اُنھوں نے عرض کیا۔ ہاں۔ آپؐ نے فرمایا:- میں تم سب سے زیادہ اللہ کا خوف رکھنے والا اور اس کے احکام کی پابندی کرنے والا ہوں۔ میں نفلی روزے رکھتا بھی ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں۔ میں راتوں کو نفلی نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ اور میں نے عورتوں سے شادی بھی کی ہے۔ تو جو شخص میرے طریقے سے ہٹے گا، وہ مجھ سے نہیں۔

(بخاری۔ مطبوعہ لیڈن صفحہ ۴۱۰ - ۴۱۱)

غرضیکہ اسلام نے زندگی کو متوازن بنانے کی دعوت دی۔ اور اس کے طریقے سکھائے۔

یوں تو مسلمان کی زندگی کا ہر کام عبادت ہے لیکن ایک قسم کی عبادت کرنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے دوسری قسم کی عبادت معاف ہو جائے۔ مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ میں تو اپنے اور دوسرے انسانوں کے حقوق کی ادائیگی کی خاطر تجارت میں مصروف ہوں اور یہی عبادت کر رہا ہوں۔ لہذا نماز کیوں پڑھوں۔ تو یہ بات غلط ہو گی۔ تجارت کے وقت تجارت

عبادت تھی۔ نماز کا وقت آگیا تو اب عبادت نماز ہوگی۔ عبادت کے جو طریقے رسول صلعم نے مقرر فرما دیئے۔ ان میں کبھی بھی نہ کوئی ترمیم کر سکتا ہے اور نہ کوئی منسوخ کر سکتا ہے بعض لوگوں کو اپنے پیروں کے بارے میں یہ کہتے ہوتے سُنا ہے کہ ہمارے پیر صاحب تو پہنچے ہوئے ہیں۔ اس لئے ان کو نماز کی کیا ضرورت ہے۔ یہ گمراہی کی بات ہے۔

خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وفات تک کبھی نماز معاف نہیں ہوئی۔ حالاں کہ وہ تمام انسانوں میں سب سے برگزیدہ ہستی تھے۔ لہذا کسی اور پر سے شرعی احکام ساقط ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

بعض لوگوں کے بارے میں یہ سُنا گیا ہے کہ وہ عام لوگوں میں یا مساجد میں نماز نہیں پڑھتے اور یہ مشہور کر دیتے ہیں کہ وہ خانہ کعبہ میں جاکر نماز پڑھتے ہیں۔ یہ بھی کھلی گمراہی ہے۔ رسول اللہ صلعم نے آپؐ کے صحابہ نے اور باقی اُمت کے لوگوں نے کبھی ایسا دعوٰے نہیں کیا۔ اوّل تو یہ بات ممکن ہی نہیں کہ ایک شخص جسمانی طور پر اُڑھ کر سینکڑوں ہزاروں میل کے فاصلے پر ہر نماز کے وقت خانہ کعبہ جائے۔ اور اگر بفرضِ محال تسلیم بھی کر لیا جائے کہ کوئی بلا کسی سواری کے آناً فاناً خانہ کعبہ پہنچ سکتا ہے تب بھی یہ بات رسول اللہؐ کے طریقہ کے خلاف ہے۔ آپؐ نے کبھی اپنی مسجد کو چھوڑ کر اس طرح سے جاکر خانہ کعبہ میں نمازیں ادا نہیں کیں۔

یہ بات پھر دہرائی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو انسانوں کے لئے نمونہ بناکر بھیجا ہے ان کے طریقہ کو چھوڑ کر ہر نیا طریقہ بدعت اور گمراہی ہوگا۔ اور اس کے طریقہ کے مطابق زندگی کا ہر کام عبادت ہوگا۔